احمدیت کا مستقبل

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے

الناشر: نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

تعداد ۵ ہزار ۱۹۶۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بمنت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

جو لوگ الٰہی سلسلوں کی ترقی اور ان کے آخری غلبہ کے متعلق خدائی سنت سے واقف نہیں ہیں وہ بعض اوقات دنیوی نظاموں کے مقابل پر جماعت احمدیہ کی موجودہ کمزوری اور اس کی ترقی کی نسبتاً دھیمی رفتار کو دیکھ کر تعجب کیا کرتے ہیں کہ اس چال کے ساتھ یہ جماعت کس طرح اپنی منزلِ مقصود کو پہنچیگی؟ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ سارے الٰہی سلسلوں کی ابتداء اسی طرح ہوا کرتی ہے اور سوائے خاص طور پر زیرک اور دُور بین انسانوں کے ابتدائی بیج سے عموماً اس درخت کا پتہ نہیں چلا کرتا جو بالآخر اس بیج سے پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے۔ یہ مختصر سا رسالہ اسی سوال کے جواب میں ہے۔ اور میں دنیا کے ہر عقلمند اور ہر سعید الفطرت انسان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ **اول المومنین** بن کر اس صداقت کو قبول کرے اور اس کی نصرت کے لئے آگے آئے جو **اسلام** کے عالمگیر غلبہ کے لئے **احمدیت** کے وجود میں ظاہر ہوئی ہے ورنہ ایسے لوگ صداقت کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکینگے بلکہ اپنی ہی محرومی کا رستہ کھولیں گے کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

یہ چند صفحات جو اس رسالہ میں درج ہیں صرف **سابقہ مثالوں** اور **آئندہ کی پیشگوئیوں** کی بناء پر لکھے گئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو انشاء اللہ کسی اور فرصت میں اندرونی **شہادت** کی بناء پر بھی کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا تا دنیا کو معلوم ہو کہ **احمدیت** کے پیغام میں وہ کون سے امور مرکوز ہیں جو اس کی آئندہ ترقی اور اس کے ذریعہ **اسلام** کے آخری غلبہ کے ضامن سمجھے جا سکتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم ؁

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ - ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

احمدیت کا مستقبل

جب مَیں جولائی۔ اگست۔ ستمبر (۱۹۵۴ء) کے ایام میں دل کی تشویشناک بیماری میں مبتلا ہو کر لاہور میں زیرِ علاج تھا اور میری میزانِ حیات کے پلڑے اُوپر نیچے ہو رہے تھے تو اس وقت اس محبت اور اخلاص کے جذبات کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانئے سلسلہ احمدیہ کی طفیل خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے قلوب میں پیدا کر رکھے ہیں لاہور اور دیگر مقامات کے کثیر التعداد دوست میری عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے اور انہیں دیکھ دیکھ کر یا اُن کی آمد کی اطلاع پاکر (کیونکہ اکثر احباب ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت باہر سے ہی طبیعت پوچھ کر اور مجھے اپنی دُعاؤں کا ہدیہ دیکر واپس چلے جاتے تھے) مَیں اپنے دل میں اس منظر سے رُوحانی سرور حاصل کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ظلمت میں محبت اور اخوت کا عظیم الشان معجزہ دکھایا ہے اور مختلف طبقوں اور مختلف قوموں اور مختلف وطنوں کے لوگوں کو ایک چھت کے نیچے جمع کر کے حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر اخلاص اور اتحاد کی رُوحانی کڑیوں سے باندھ دیا ہے۔

اسلام اور احمدیت کے خطرات

ان ایام میں جب مجھے کسی قدر افاقہ ہوا تو بعض دوست میرے پاس تشریف لا کر متفرق مذہبی اُمور پر گفتگو بھی فرماتے تھے اور مَیں اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق ان کے سوالوں کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ اُن سوالوں میں سے ایک سوال جس کا بعض نوجوان دوستوں نے بار بار ذکر کیا وہ جماعت کی آئندہ ترقی کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ ان عزیزوں نے اس بات کے متعلق تشویش کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ کو قائم ہوئے ستّر سال ہونے کو آئے ہیں مگر ابھی تک اس کی کامیابی اور غلبہ کے کوئی خاص آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض لحاظ سے مشکلات بڑھتی جاتی ہیں اور دُنیا میں چاروں طرف باطل خیالات اور مادّی نظریات کا اِتنا زور ہے اور دجّالی طاقتوں نے ایسا غلبہ پایا ہوا ہے کہ ان مہیب اور عالمگیر طوفانوں کے مقابلہ پر احمدیت کی چھوٹی سی کشتی کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔ اور بظاہر یہ بات تصوّر میں نہیں آسکتی کہ یہ مٹھی بھر غریب اور کمزور جماعت جو سینکڑوں قسم کی اندرونی اور بیرونی مشکلات میں گھری ہوئی ہے

اپنے ماحول کے عظیم الشان خطرات پر کس طرح غالب آئیگی۔ اوّل تو مسلمان دُنیا کی مسیحی اور دہریہ اقوام کے مقابل پر بالکل ضعیف و ناتواں ہیں۔ اور پھر مسلمانوں میں سے احمدی تو گویا آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتے تو پھر ان حالات میں یہ بیل منڈھے کیسے چڑھے گی؟ اور ایک پدّی اپنے مقابل کے قوی ہیکل دیو پر غلبہ کس طرح پائیگی؟ ایک طرف مغربی یورپ اور امریکہ کی علمی ترقی اور سائنس اور فلسفہ کا زور اور مادیت کا اَوج و کمال اور سیم و زر کی فراوانی اور فوجی ساز وسامان کا معراج اور دوسری طرف اشتراکی طاقتوں اور اُن کی ظاہری اور مخفی تدبیروں کا بحرِ موّاج۔ یہ وہ ہمت شکن نظّارے ہیں جن سے مرعوب ہو کر بعض اوقات بعض مخلص مومن بھی مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ کے رنگ میں گھبراہٹ کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے ان دوستوں نے بھی اسی رنگ میں یہ سوال کیا ہوگا۔

جس وقت مجھ سے یہ سوال کیا گیا اس وقت مَیں نے اپنی طاقت کے مطابق اس سوال کا مختصر اور مجمل سا جواب دیکر اپنے دوستوں کو تسلّی دینے کی کوشش کی لیکن نہ تو اس وقت میری ایسی حالت تھی کہ زیادہ مفصّل جواب دے سکتا اور نہ میرے یہ عزیز دوست میری بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اپنے اس سوال کا زیادہ پیچھا کر سکتے تھے۔ اس لئے سرسری سی گفتگو کے بعد جو زیادہ تر ایمان بالغیب کا رنگ رکھتی تھی یہ سوال و جواب ختم ہو جاتا رہا۔

اور مَیں نے لطیفہ کے طور پر یہ بات بھی اپنے دوستوں سے کہہ دی کہ بے شک آپ کو اس قسم کے سوالات موجودہ وقت میں پریشان کرتے ہوں گے۔ کیونکہ ظاہری حالات واقعی پریشان کُن ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجّالی طلسم یا کسی مادّی طاقت نے مرعوب نہیں کیا اور مَیں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا پورا پورا یقین رکھتا رہا ہوں۔ مگر یہ بات میری کسی خُوبی کی وجہ سے نہیں ہے (ورنہ من آنم کہ من دانم) بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس دردمندانہ دُعا کی وجہ سے ہے جو حضور نے آج سے پچپن سال پہلے اپنے خورد سالہ بچوں کے لئے فرمائی تھی کہ:۔

"نہ آوے اُن کے گھر تک رُعبِ دجال"

پس میرے دل پر تو خدا کے فضل سے کبھی کسی دجّالی طاقت یا مخالفانہ علمی مظاہرہ کا رُعب نہیں پڑا۔ لیکن چونکہ یہ سوال کئی اور نوجوانوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوتا ہوگا اور وہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر احمدیّت کے آخری اور عالمگیر غلبہ کے متعلق ہراساں ہوتے ہوں گے۔ اور خصوصاً یہ خیال اُنہیں زیادہ پریشان کرتا ہوگا کہ اسلام نے تو چالیس پچاس سال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم اور مہذّب دنیا کے ایک تہائی حصّہ پر غلبہ پالیا اور دُنیا کی طاقتوں میں صفِ اوّل پر آگیا۔ مگر اس کے بعد احمدیّت جو اِسلام کے

دورِ ثانی میں اسکے دائمی اور عالمگیر غلبہ کی علمبردار ہونے کی مدعی ہے وہ قریباً ستر سال گزرنے پر بھی ابھی تک ہر کہ دمہ کی ٹھوکریں کھا رہی ہے اور غلبہ تو الگ رہا اس کی زندگی تک مخدوش نظر آتی ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ اِس قسم کی دماغی تشویش اور شک و شبہ کی حالت کو دُور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اِس اہم سوال سے متعلق کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے تا بعض خام طبیعت کے نوجوان جو اپنے فطری میلان کے لحاظ سے مایوسی کی طرف جلدی جھکنے لگتے ہیں وہ زندہ ایمان کے نُور سے منوّر ہو کر اپنی ہمّتوں کو بلند کر سکیں اور اُن کے دِلوں میں یہ یقین راسخ ہو جائے کہ خواہ کچھ ہو آخری فتح بہرحال اِسلام اور احمدیّت کی ہے اور مادیّت اور دجّالیت کے سارے طلسم اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کی ساری طاقتیں بالآخر اسلام اور احمدیّت کے مقابل پر اسی طرح اڑ کر ختم ہو جائیں گی جس طرح ایک تیز آندھی کے سامنے رستوں کا خس و خاشاک اِدھر اُدھر اڑ کر غائب ہو جاتا ہے۔ فَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

ان خطرات کے متعلق آنحضرت صلعم کا اِنتباہ

اِس تعلق میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلام اور احمدیّت نے جو پیشگوئیاں اپنی آخری فتح کے متعلق بیان کی ہیں وہ نعوذ باللہ جہالت کی پیشگوئیاں نہیں ہیں جو مخالف طاقتوں کی طرف سے

آنکھیں بند کر کے یونہی خوش عقیدگی کے رنگ میں بیان کر دی گئی ہوں۔ بلکہ یہ پیشگوئیاں تمام مخالف طاقتوں کا پوری طرح اندازہ کرنے اور مقابل کے خطرات کا پورا پورا علم رکھتے اور ان کا صحیح صحیح جائزہ لینے کے بعد بیان کی گئی ہیں۔ پس ان پیشگوئیوں کو کوئی شخص اپنی نادانی کی بناء پر وقت سے پہلے غلط قرار دے تو دے مگر انہیں ایک مجذوب کی بڑ یا اندھیرے کا نعرہ نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ قرآن وحدیث اور احمدیت کا لٹریچر ان مہیب خطرات اور مشکلات کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ جو آخری زمانہ میں صداقت کی فتح اور غلبہ سے قبل پیش آنے مقدر ہیں۔ اور اس قبل از وقت ذکر میں دوہری غرض مدِّنظر ہے۔ ایک غرض تو یہ ہے کہ تا مومنوں کی جماعت اپنے مقابل کے خطرات سے پوری طرح آگاہ ہو کر جہاں تک اس کے وسائل اور اس کی طاقت کے لحاظ سے ممکن ہو اُن کے مقابلہ کے لئے تیاری کر سکے اور انگریزی محاورہ "فور وارنڈ فور آرمڈ" (Fore warned Fore armed) کے اُصول کے مطابق سست اور کاہل نہ ہونے پائے۔ **دوسرے** یہ کہ تا وقت آنے پر دُنیا کے لئے خدا کی طرف سے یہ ایک نشان ہو کہ ہمارے بھیجے ہوئے مرسلوں نے اپنی انتہائی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود پہلے سے اعلان شدہ پیشگوئی کے مطابق اپنے مقابل کی عظیم الشان طاقتوں

پر غلبہ پا لیا ہے۔ اور ایک پدّی نے ایک دیو کو پچھاڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس "پدّی" کے پیچھے ایک ایسی زبردست ہستی کا ہاتھ ہے جس کے سامنے دُنیا کی کوئی طاقت ایک پرِ پشّہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی لئے خدا کی یہ قدیم سنّت ہے کہ جہاں وہ ایک طرف شروع میں ہی اپنے مرسلوں کی فتح اور کامیابی کا اعلان فرماتا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ وہ ان بھاری خطرات کا ذکر بھی کرتا رہتا ہے جو اُن مرسلوں کو پیش آنے والے ہوتے ہیں۔

یاجُوج ماجُوج اور دجّال کا فتنہ

مثلاً جہاں قرآن مجید نے اسلام کے مقابل پر یاجوج ماجوج کے نام کے ساتھ اُن دجّالی طاقتوں کا ذکر کیا ہے جو آخری زمانہ میں اِسلام سے نبرد آزما ہونے والی تھیں وہاں اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان بھی کروا دیا کہ یہ دجّالی طاقتیں بالآخر اسلام کے مقابل پر نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائیں گی۔ چنانچہ یاجوج ماجوج (یعنی سرمایہ داری اور اشتراکیت کی دُہری طاقتوں) کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے:-

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ (سورۃ انبیاء)

"یعنے آخری زمانہ میں یاجوج اور ماجوج (جو اس سے قبل بھی دُنیا میں موجود تو ہوں گے مگر گویا بند پڑے ہوں گے) فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور وہ اس زمانہ میں دُنیا کی ہر بلندی پر قابض ہوں گے اور دُنیا کی کوئی بلندی اور کوئی رفعت اُن کے قبضہ سے باہر نہیں ہو گی۔ اور وہ اپنی ان بلندیوں سے دُنیا کی کمزور اور پستی میں پڑی ہوئی اقوام کو کچلنے اور اپنی ایڑیوں کے نیچے رکھنے کے لیئے دَوڑے چلے آتے ہوں گے"

اللہ اللہ! اِس زمانہ کی دجّالی طاقتوں اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کے بھیانک فتنوں کا کیسا عجیب و غریب نقشہ ہے کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے؟ اور مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکس کیا ہے کہ اپنے مقابلہ کی طاقتوں کو کمزور نہ جانو۔ بلکہ وہ ایک ایسا فِتنہ ہو گا جو ایک عظیم الشان سیلاب کی طرح تمام دُنیا میں چھا جائے گا۔ اور اِس فتنہ کی مہیب لہریں ہر پستی اور ہر نشیب کو غرقاب کرنے کے لئے اس طرح بڑھیں گی جس طرح کہ ایک تیز بارش کے بعد پہاڑی نالے اپنے نیچے کی وادیوں کو بھرنے کے لئے شور

کرتے اور گرجتے ہوئے بڑھتے ہیں۔

اِس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج کا نام نسلی اور سیاسی اقتدار کی بناء پر رکھا گیا ہے مگر مذہبی فتنہ کے لحاظ سے انہی اقوام کا نام حدیثوں میں دجّال بیان ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (صحیح مسلم)

"یعنی آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کوئی فتنہ دجّال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے"

مگر اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے صرف خطرہ کا الارم ہی نہیں بجایا بلکہ اس خطرہ کے مقابل پر اسلام کی آخری فتح کا بھی اعلان کیا۔ چنانچہ اپنی امّت کو مسیح موعود کے ہاتھ سے دجّال کی ہلاکت کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ .... فَیَطْلُبُہٗ حَتّٰی یُدْرِکَہٗ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُہٗ۔ (صحیح مسلم)

"یعنی دجّال اسی طرح اپنے زور کی حالت میں ہوگا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو ایک مثیل کے ذریعہ مبعوث کریگا اور وہ دجّال کا پیچھا کریگا۔ حتّٰی کہ وہ اُسے جھگڑا کرنے والوں کے دروازہ تک پہنچا کر قتل کر دے گا"

اِس حدیث میں جو باب لُدّ (یعنی جھگڑنے والوں کا دروازہ) کے الفاظ بیان ہوئے ہیں اِن میں دو لطیف اشارے کرنے مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ مسیح موعود اور دجّال کا مقابلہ تلوار کا مقابلہ نہیں ہوگا بلکہ دلائل اور براہین کا مقابلہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اِس علمی مقابلہ میں مسیح موعود دجّال کو برابر پیچھے دھکیلتا جائیگا حتیّٰ کہ اُسے اس کے دروازہ تک (یعنی بقول شخصے جھوٹے کو اس کے گھر تک) پہنچا دیگا۔ اور وہاں اُسے اپنے دلائل اور براہین اور علمی اور رُوحانی نشانوں کے ذریعہ ہلاک کر دے گا۔ اور اس علمی اور رُوحانی مقابلہ کے ساتھ ساتھ دجّال کی ظاہری طاقت بھی نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا نَظَرَ اِلَیْہِ الدَّجَّالُ ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ (کنز العمال جلد ۷، صـ۱۹۳)

"یعنی جب دجّال مسیح کو دیکھے گا اور اس کے مقابل پر آئے گا تو وہ اِس طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا جِس طرح کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے"

نمک کی مثال میں یہ لطیف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح برسات کے موسم میں نمک مرطوب ہوا کے اثر کے ماتحت پگھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب مسیح موعود کے زمانہ میں آسمانی بارش کا نزول ہوگا اور خدائی فرشتے اپنی رُوحانی طاقتوں کو حرکت میں لائیں گے تو ان غیبی تاثیرات کے نتیجہ میں دجّالی طاقتیں خود بخود مٹنی شروع ہوجائیں گی۔ اور آسمان سے ایسی ہوا چلیگی جو دجّالی خیالات کے جراثیم کو آہستہ آہستہ ملیامیٹ کرکے رکھ دیگی اور شرک اور تثلیث کی جگہ توحید کا دَور دَورہ شروع ہوجائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے آخری زمانہ میں اپنی فتح اور کامیابی کی جو پیشگوئی کی تھی وہ ایک خوش عقیدگی کا نعرہ نہیں تھا جو مقابل کی طاقتوں کو نظر انداز کرکے یونہی اندھیرے میں لگا دیا گیا بلکہ اسلام نے تمام مقدّر خطرات بیان کرنے اور امت کو چوکس اور ہوشیار کرنے کے بعد یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خدشات اور بلند مقام اُمیّد

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بانئے سلسلہ احمدیّہ کا ہے کہ آپ نے بھی اپنے مقابل کے خطرات کو پوری طرح محسوس کیا اور اپنی جماعت کو ان خطرات کے متعلق اندھیرے میں نہیں رکھا بلکہ علی الاعلان اُن کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

جنگِ رُوحانی ہے اب اِس خادم و شیطان کا
دِل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ رُوس اور جاپان[1] سے
مَیں غریب اور ہے مقابل پہ حریفِ نامدار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

مگر اس خطرناک جنگ سے آپؑ کا دل گھبرایا نہیں اور مایوس نہیں ہوا۔ بلکہ آپؑ اپنے مقابل کی طاقتوں کو للکار کر فرماتے ہیں کہ مجھے کمزور نہ جانو کیونکہ مَیں خدا کا ایک شیر ہوں اور میرے پیچھے ایک ایسی ہستی کا ہاتھ ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک لومڑی کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ چنانچہ اسی نظم میں آگے چل کر فرماتے ہیں ؎

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اِک میرا مُعین!
تیغ کو کھینچے ہوئے اُس پر جو کرتا ہے وہ وار
دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح!
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں!
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبۂ زار و نزار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

خلاصۂ کلام یہ کہ خدا کی طرف سے آنے والے مصلح نہ تو ایک طرف اپنے مقابل کی طاقتوں اور خطرات کی طرف سے آنکھیں بند کرتے ہیں اور نہ ہی دوسری

---

[1] جب ۱۹۰۵ء میں روس اور جاپان کی جنگ ہوئی تو اس وقت روس کے مقابل پر جاپان کی ایسی حالت تھی جیسے کہ ایک بڑے پہاڑ کے مقابلہ پر ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

طرف ان خطرات کی وجہ سے ڈرتے اور مایوس ہوتے ہیں بلکہ وہ ان خطرات کے باوجود اپنی آخری فتح کے متعلق کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی بصیرتِ تامہ اور یقینِ کامل کے دُہرے محاذ میں ان کی کامیابی کا راز مخفی ہوتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے دوسرے لوگوں میں سے ایک طبقہ تو ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بسا اوقات خطرات کو دیکھ کر مایوسی کی طرف جھکنے لگ جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ان بھاری مشکلات کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرا طبقہ اپنے رستہ کی مشکلات سے غافل رہ کر گویا جنّت الحمقاء (احمقوں کی جنّت) میں زندگی گذارتا ہے اور اپنی جھوٹی تسلی کی وجہ سے اس جدّوجہد اور قربانی میں حصہ نہیں لیتا جو ظاہری اسباب کے ماتحت خدائے حکیم نے کامیابی کیلئے مقدّر کر رکھی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الایمان بین الرجاء و الخوف یعنی سچّا ایمان اُمید اور خوف کے بَین بَین قائم ہوا کرتا ہے۔ گویا نہ تو محض اُمید کا پہلو ہو جو انسان کو جدّوجہد سے غافل کر دیتا ہے۔ اور نہ ہی خوف کا غلبہ ہو جو مایوسی کا دروازہ کھولتا ہے۔

مایوسی کی چار امکانی وجوہات میں سے پہلی وجہ۔ اور ایٹم اور آدم کا موازنہ

دراصل اس قسم کی مایوسی عموماً چار وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی وجہ ایک مرکّب قسم کی وجہ ہے جس میں ایک طرف تو اپنے مقابل کے خطرات اور مشکلات کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا احساس ہوتا ہے اور دوسری طرف ایمان کی کمزوری اور خدائی وعدہ پر عدم بھروسہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ بیشک مشکلات اور

خطرات کا احساس ہونا چاہیئے اور ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن ان مشکلات کو ہوّا نہیں بنا لینا چاہیئے جنہیں دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھولنے لگیں اور انسان مایوس ہو کر اپنی قسمت پر فاتحہ خوانی کرنے لگ جائے بلکہ مشکلات کے احساس کا صرف یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ انسان ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے اپنی جدّوجہد کو تیز سے تیز تر کر دے۔ اور دوسری طرف سچے ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ انسان کیلئے خدائی وعدے محض ایک دل بہلانے کا کھلونا نہ ہوں بلکہ ایک ایسی زندہ حقیقت ہوں جنہیں وہ گویا اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ رہا ہے۔ کاش ہمارے دوست اِس حقیقت کو سمجھیں کہ ایمان میں کتنی زبردست طاقت مخفی ہے۔ اے کاش وہ سمجھیں!

حضرت مسیح ناصریؑ کے بعض اقوال بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اندر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو (ہاں ہاں سچّا اور زندہ ایمان) تو تم پانیوں پر چلو اور پہاڑوں کو حرکت میں لے آؤ۔ مگر افسوس کہ مسیح ناصریؑ نے یہ زرّیں تعلیم تو دی مگر وہ اپنے حواریوں میں ایسا زندہ ایمان پیدا نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم (فداہ نفسی) نے اپنی اعلیٰ قوّتِ قدسیہ کے ذریعہ صحابہؓ میں وہ ایمان پیدا کر دیا جس نے دیکھتے دیکھتے دُنیا کی کایا پلٹ دی اور بڑے بڑے پہاڑوں پر زلزلہ وارد کر دیا۔ ہمارے رسول پاکؐ (فداہ نفسی) کے صحابہؓ اِسلام کی فتح کی خاطر موت کے مُنہ میں اس طرح کُودتے تھے کہ گویا اپنے خون کے قطروں میں

جنت کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر جہاں ایمان کامل نہ ہو وہاں انسان ہر مشکل کو ایک ہوّا سمجھ کر دل چھوڑ دیتا ہے۔ پس اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق شبہات میں مبتلا ہونے والوں کی پہلی غلطی یہ ہے کہ ان کی مشکلات اور خطرات کو دیکھنے والی آنکھ تو حد سے زیادہ تیز ہے جو ہر چیز کو بہت بڑھا چڑھا کر دیکھتی ہے مگر اُن کا ایمان اس قدر کمزور ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کے حالات کی وجہ سے خدائی وعدوں پر ایسا یقین نہیں رکھتے جو ایک سچے مومن کو حاصل ہؤا کرتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اپنے شکوک و شبہات کے جا و بیجا اظہار سے دوسرے لوگوں کو بھی بددل کرتے رہتے ہیں۔

دراصل وہ ان عظیم الشان طاقتوں سے بالکل بے خبر ہیں جو ہمارے قادرِ مطلق خدا کو حاصل ہیں اور دوسری طرف وہ ان وسیع طاقتوں سے بھی بے خبر ہیں جو خدا کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق خود اُن کو حاصل ہیں۔ کیا ایسے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ایک ادنیٰ سے ایٹم میں تو خدا نے یہ طاقت ودیعت کی ہوئی ہے کہ اگر وہ ایک خاص رنگ میں تیار کیا جا کر پھٹے تو ایک ملک کو ہلاک کر کے رکھ دے مگر احسنِ تقویم میں پیدا کئے جانے والے اشرف المخلوقات انسان میں کوئی خاص طاقت ودیعت نہیں کی گئی؟ بلکہ وہ ہر مشکل کے سامنے جھک جانے اور ہر خطرہ کے وقت لوگوں کی ٹھوکریں کھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے!!

هيهات هيهات لما تصفون.

مایوسی کی دوسری امکانی وجہ اور اسکا علاج

مایوسی کی دوسری امکانی وجہ یہ

ہوا کرتی ہے کہ عام لوگوں کی نظریں صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب تک محدود رہتی ہیں اور وہ صرف انہی مادی اور ظاہری نظارہ کی بناء پر اپنے خیالات اور قیاسات قائم کرتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ الٰہی سلسلہ کتنا کمزور ہے اور اسکے مقابل کی طاقتیں کتنی زبردست اور کتنی وسیع ہیں تو وہ مایوس ہونے لگتے ہیں حالانکہ خدائی سلسلے صرف ظاہری اور مادی اسباب کی بناء پر ترقی نہیں کیا کرتے بلکہ زیادہ تر ان مخفی اور روحانی تاثیرات کی بناء پر ترقی کرتے اور غلبہ پاتے ہیں جو خدائے حکیم وقدیر انکی تائید میں لگا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے اسی غرض سے حضرت آدمؑ کے قصہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اسکے ساتھ ہی فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ چونکہ اس آدمؑ کے ذریعہ مجھے دنیا میں اصلاح کا کام کرنا ہے اسلئے اب تم رب آدمؑ کی بعثت کے مقاصد کو کامیاب بنانے میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ اور اس بظاہر کمزور اور نحیف انسان کو صرف اسکی ظاہری کوششوں پر تنہا نہ چھوڑو۔ تب اس الٰہی حکم کے نتیجہ میں فرشتوں کی تمام روحانی فوج اپنے سارے ساز وسامان کے ساتھ خدائی مصلح کی تائید و نصرت میں لگ جاتی ہے۔ اور سوائے شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کے باقی سب مخفی طاقتیں جو نیچر میں ودیعت کی گئی ہیں اُبھر کر اور استادہ ہو کر اصلاح کے کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ یہی صورت ہر روحانی مصلح کے وقت میں برسرِ کار آتی ہے اور نیچر کی ان مخفی طاقتوں کے ذریعہ انسانی قویٰ کو ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ گویا ایک رینگتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا اِنسان

رُوح القدس کے پروں پر سوار ہو کر اُڑنے لگ جاتا ہے اور دُنیا حیران ہوتی ہے کہ اِس کمزور اور نحیف انسان کو یہ خارق عادت کامیابی اور یہ ترقی کس طرح حاصل ہوگئی؟ قرآن مجید نے جو **غزوۂ بدر** اور **غزوۂ اُحد** اور **غزوۂ خندق** کے ذکر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی تائید میں اُترنا بیان کیا ہے اس سے یہی غیبی نُصرت مراد تھی جس کے ذریعہ کُفار کے دل اپنی ظاہری طاقت اور اپنے ظاہری ساز و سامان کے باوجود ان کے سینوں کے اندر بیٹھے جاتے تھے اور مسلمانوں کے دل اپنی بے سروسامانی اور کمزوری کے باوجود فتح کی اُمیدوں سے سرشار تھے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی رنگ میں مخفی در مخفی آسمانی طاقتیں مسلمانوں کی مدد کر رہی تھیں۔

پس اِس قسم کے شبہات کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب کو دیکھ کر ڈرنے لگتے اور مایوسی کی طرف جُھکنے لگ جاتے ہیں کہ یہ کمزور انسان اپنے چند گنتی کے ساتھیوں کے ساتھ اور اپنے نہایت درجہ محدود وسائل کی بنا پر ان عظیم الشان طاقتوں اور مہیب خطرات پر کس طرح غالب آ سکے گا جو اس کے سامنے صف آرا ہیں۔ حالانکہ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ اگر کوئی خدا ہے اور اگر خدا کو ساری طاقتیں حاصل ہیں تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ایک کمزور انسان کو دُنیا کے متلاطم اور متموّج سمندر میں پھینک کر اسے اسکی نہایت درجہ محدود طاقتوں کے ساتھ اکیلا

چھوڑ دے اور پھر اس سے یہ اُمید رکھے کہ وہ ساری دُنیا پر غالب آجائے گا۔ یقیناً جب خدا کسی انسان کو دُنیا کی اِصلاح کے لئے مبعوث کرتا ہے تو پھر زمین و آسمان کی تمام مخفی طاقتوں کو اس کی تائید اور نصرت میں لگا دیتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ؎

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

"یعنی اے بھائی تجھے تو اس وقت دین کی نصرت کا اجر مفت میں مل رہا ہے ورنہ یہ ایک خدائی تقدیر ہے جو ہر حال میں پوری ہو کر رہے گی"

مایوسی کی تیسری امکانی وجہ اور اس کا علاج

تیسری بڑی وجہ اس قسم کے شبہات اور مایوسی کی یہ ہوا کرتی ہے کہ لوگ اپنے ماحول کے جتھوں اور پارٹیوں کو تو ایک قائم شدہ اور پھلے پھولے مضبوط درخت کی صورت میں دیکھتے ہیں لیکن الٰہی جماعت کی حالت اُنکے سامنے صرف ایک بیج کی شکل میں آتی ہے اور چونکہ ان میں صحیح تخیل کا فقدان ہوتا ہے اسلئے وہ ایک مضبوط اور توانا درخت کے مقابلہ پر ایک چھوٹے سے بیج کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور اُن کے دلوں میں احساسِ کمتری

پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے حالانکہ صحیح اندازہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ جس طرح وہ اپنی ابتداء کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اُسی طرح کئی سو سال پیچھے جاکر اپنے مقابل کی قوموں کی بھی ابتداء پر نظر ڈالیں تاکہ بیج کے سامنے بیج کو رکھ کر صحیح موازنہ ہو سکے نہ یہ کہ اپنا تو بیج دیکھا جائے اور دوسری قوموں کا پلا پوسا درخت! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی لے لو۔ آج مسیحیت کا جو عظیم الشان درخت ہمیں نظر آتا ہے جس کی شاخیں دنیا بھر کے کونوں کو گھیرے ہوئی ہیں اور جس کے سائے میں یورپ اور امریکہ کی قومیں اپنے معراج کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہیں اس کی ابتداء کیا تھی؟ اگر آپ لوگوں کو مسیحیت کی تاریخ سے واقفیت نہیں اور آپ کا تخیل بھی پرواز کی طاقت سے عدم ہو چکا ہے تو خود حضرت مسیح ناصری کی زبان سے سُنئے۔ وہ اپنی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں اور کس دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ :۔

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔
مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" (متی باب آیت ۲۱)

یہ اُس ابنِ آدم کی زندگی کا حال ہے جس کی غلامی کا آج یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ کی ترقی یافتہ اقوام دم بھرتی اور اُس کے سامنے گھٹنے ٹیکتی ہیں۔ اور مسیح ناصری کی ذاتی زندگی کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ چند گنتی کے یہودی کاہنوں اور فریسیوں نے اُسے پکڑ کر اُس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور اُس کے مُنہ پر تھوکا اور اُسے بانس کی چھڑیوں سے مارا۔ اور

بالآخر ایک رومی حاکم کے فیصلہ کے مطابق اُسے صلیب پر لٹکا دیا۔ جہاں بقو
عیسائیوں کے اس نے **ایلی ایلی لما سبقتانی** (میرے خدا! میرے
تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) کی آہیں بھرتے ہوئے جان دی! اور اس
سب حواری جو تعداد میں صرف بارہ کس تھے اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔
اُن میں سے بعض نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے مسیحؑ پر لعنت تک کرنے
دریغ نہیں کیا۔ اگر اس ادنیٰ اور حقیر ابتداء سے شروع ہونے والا مذہب آ
ساری دُنیا پر چھا سکتا ہے تو احمدیت کیوں غالب نہیں آسکتی جس کے مقد
بانی کی وفات کے وقت چار لاکھ انسان اس کی غلامی کا دم بھرتے تھ
اور اس کے بعض خادموں نے اس پر ایمان لانے کی وجہ سے سنگساری جیسی سخت
کو برداشت کیا اور حمد کے گیت گاتے ہوئے جان دی مگر اپنے آقا کی غلامی
مُنہ نہیں موڑا۔ اور ظاہر ہے کہ احمدیت کا غلبہ اسلام ہی کا غلبہ ہے کیونکہ احمدیت
اسلام سے کوئی جداگانہ چیز نہیں بلکہ وہ صرف قرآنی شریعت اور حضرت
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی۔

فافهم وتدبر ولا تكن من الممترين۔

چوتھی امکانی وجہ اور جلال و جمال میں فرق

اِس قسم کے شبہات کی چوتھی امکانی وجہ
ہے کہ لوگ عموماً الٰہی سلسلوں میں جلال ا
جمال کے فرق کو نہیں سمجھتے اور اس سنّتِ الٰہی سے ناواقف ہیں جو جلا

روحانی مصلحوں کی ترقی میں علیحدہ علیحدہ کارفرما ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ جو دوسرے دلائل کے مقابل پر بے بس ہو کر عموماً یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ جماعت نے تو چالیس پچاس سال کے قلیل عرصہ میں اس وقت کی تمام معلوم اور مہذب دُنیا کے قریباً ایک تہائی حصہ پر قبضہ پا لیا مگر احمدیت ستّر سال کے قریب گزرنے کے باوجود ابھی تک ہر کہ ومہ کی ٹھوکروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے اور اس کے عالمگیر غلبہ کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ سو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ اوّل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آقا ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ خادم۔ اور آقا اور خادم میں بہرحال فرق ہونا چاہیئے۔ اور اس فرق کو ہر سچّا احمدی نہ صرف جانتا اور مانتا ہے بلکہ اس میں فخر محسوس کرتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ اعتراض دعوکا جلالی اور جمالی سلسلوں کے فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص جس نے الٰہی سلسلوں کا گہرا مطالعہ کیا ہو اس بات سے واقف ہوگا چاہیئے کہ رُوحانی مصلح دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے مصلح تو وہ ہیں جو کوئی نئی شریعت دیکر بھیجا جاتا ہے جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو اپنے اپنے وقت میں تورات اور قرآن مجید کی شریعت لیکر مبعوث ہوئے۔ اور دوسری قسم کے مصلح وہ ہیں جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی جاتی بلکہ وہ صرف سابقہ شریعت کی خدمت اور اسکے استحکام کے لئے مبعوث کئے

جاتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ اح
تھے۔ جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی۔ بلکہ وہ علی الترتیب موسوی اور محمدی شر
کی خدمت کے لئے بھیجے گئے۔ شریعت لانے والے نبی جلالی مصلح کہلاتے ہیں
انہیں نئی شریعت کے قیام اور اجراء کے لئے نبوت کے ساتھ ساتھ ریاست بھی
جاتی ہے جس کے بغیر کسی نئی شریعت کا اجراء ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے انبیاء مسائل
اور حکمت اور روحانی تعلیم و تلقین میں معلم ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے سیا
بھی ہوتے ہیں اور مجرموں اور قانون شکنوں کے لئے سزا اور تعزیر کے قوانین
اور سزائیں دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور انہیں اپنی زندگی میں حالات
ماتحت اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگیں بھی کرنی پڑتی ہیں اور عام حالات میں
پالیسی نصیحت اور سزا کے مرکب اصول پر مبنی ہوتی ہے لیکن اسکے مقابل پر جم
مصلح جو کسی سابقہ شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ انہیں ابتد
ملکی ریاست عطا نہیں کی جاتی بلکہ وہ امن کے ماحول میں دلائل و براہین اور رو
نشانات کے ذریعہ نرمی کے طریق پر کام کرتے ہیں۔ اور عام حالات میں انکی پالیس
نصیحت اور عفو کے مرکب اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ میں
مسیح ناصری بانی مسیحیت کا اور محمدی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود بانی احمدیت
طریق نظر آتا ہے۔

جلالی اور جمالی سلسلوں میں ترقی کی رفتار جلالی نبیوں کے متعلق خدا

کی یہ سنّت ہے کہ وہ بجلی کی سی چمک اور گرج کے ساتھ آتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا پر چھا جاتے ہیں کیونکہ اُن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنی محدود زندگی کے اندر اندر اپنی لائی ہوئی شریعت کو قائم اور جاری کر دیں مگر جمالی مصلح ایک نرم اور نازک کونپل کی طرح نکلتے ہیں جو آہستہ آہستہ بڑھتی اور درجہ بدرجہ کونپل سے پودا اور پودے سے پیڑ اور پیڑ سے ایک عظیم الشان درخت بن جاتی ہے چنانچہ اس کی مثال میں قرآن مجید فرماتا ہے کہ :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ . . . ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ . (سورہ فتح ع ۴)

”یعنی محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو صحابی آپ کے ساتھ ہیں وہ اپنی جلالی شان میں کفّار کے خلاف تو ایک سخت پتھر کی طرح ہیں جو جس پر گرتا ہے اُسے توڑ کر رکھ دیتا ہے مگر آپس میں وہ بہت نرم دِل اور رحیم ہیں۔ انکی یہ تمثیل تورات کے بیان کے مطابق ہے ...... لیکن انجیل کی تمثیل ایک کونپل کی طرح ہے جو اپنی نرم نرم پتیاں نکالتی ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ مضبوط ہونی شروع ہوتی ہے اور

درجہ بدرجہ موٹی ہوتی جاتی ہے اور پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو کر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ نشو ونما اسکے کاشت کرنے والوں کا دل لبھاتا ہے مگر دشمن اس پر دانت پیستے ہیں۔"

اس لطیف قرآنی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دونوں بعثتوں کا عجیب وغریب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلی بعثت جو خود آپ کی ذات والاصفات کے ذریعہ ہوئی وہ صاحبِ تورات کی طرح جلالی بعثت تھی جبکہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ والا نظارہ پیش کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی جہادی یلغار نے اُن کی آن میں مخالفوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) کے نام لیوا دیکھتے دیکھتے دُنیا پر چھا گئے۔ اس کے مقابل پر دوسری بعثت۔ جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے قرآنی وعدہ کے مطابق آپؐ کے ایک بُروز کے ذریعہ آخری زمانہ میں مقدر تھی وہ جمالی بعثت تھی جو صاحبِ انجیل کی طرح جمال کے رنگ میں ایک آہستہ آہستہ بڑھنے والی کونپل کی طرح ظاہر ہوئی۔ اس کونپل اور اس کی دھیمی دھیمی مگر یقینی ترقی کو دیکھ کر خدائی کاشتکار تو خوش ہیں مگر منکرین اس پر دانت پیس رہے ہیں کہ کہیں یہی چھوٹی سی کونپل بعد میں ایک مضبوط درخت بن کر ہم پر نہ چھا جائے۔ اور ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ نیچر کا ایک عام قانون ہے کہ جو چیز آہستہ آہستہ بڑھتی ہے وہ عمر بھی لمبی پاتی ہے۔ پس اسلام کی ترقی کا دوسرا دور بھی خدا کے فضل سے بہت لمبا بلکہ دائمی ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جہاں جلالی سلسلوں کے متعلق خدا کی یہ سُنت ہے کہ وہ چمکتے اور گرجتے ہوئے آتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ساری فضا پر چھا جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں ہوا وہاں جمالی سلسلوں کے متعلق خدا کی سُنت یہ ہے کہ وہ بہت آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور کافی وقت لیکر اپنے کمال کو پہنچتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے سلسلہ میں ہوا یا جیسا کہ اب احمدیت میں ہو رہا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی برق رفتار ترقی پر حضرت مسیح موعودؑ بانی احمدیت اور آپؑ کی جماعت کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ دونوں کا طریق اور مسلک جُدا جُدا ہے۔ البتہ احمدیت کے متعلق مسیحیت کی رفتارِ ترقی سے ضرور قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں سلسلے جمالی ہیں جن کے لئے الٰہی سُنت کے مطابق آہستہ آہستہ ترقی مقدر تھی۔ چنانچہ دیکھ لو کہ مسیحیت شروع شروع میں تین سو سال تک کن جانگداز امتحانوں اور خطرناک ابتلاؤں میں سے گذری حتیٰ کہ ابتدائی صدیوں میں حضرت مسیح ناصریؑ کے ماننے والوں کو تاریک و تار غاروں میں چھُپ چھُپ کر اور ہزاروں قسم کے مظالم کا نشانہ بن کر وقت گذارنا پڑا۔ لیکن جب یہی کمزور سی کونپل بڑھنے پر آئی اور مسیحیت کی ترقی کا زمانہ آیا تو آج یہی قوم جس کے بزرگ دوسرے لوگوں کے پاؤں تلے روندے جاتے تھے ہفت اقلیم کی بادشاہ اور دُنیا بھر کی لیڈر بنی بیٹھی ہے۔ کیا یہ ترقی مسیح ناصریؑ کے وقت میں یا اُن کی قوم کے ابتدائی تین سو سالوں میں کسی ظاہر بین

انسان کے تصوّر میں آسکتی تھی؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس اے عزیزو! تم
احمدیّت کی آخری ترقی اور غلبہ کے متعلق کیوں شُبہ کرتے ہو؟ تمہیں تو خدا کا
شکر کرنا چاہیئے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس نام کے
طفیل (جس پہ ہے سارا مدار[1]) خدا تمہیں مسیح ناصری کی قوم کے مقابلہ پر بہت
جلد جلد ترقی دے رہا ہے۔ چنانچہ ابھی احمدیّت کے قیام پر ستّر سال نہیں گزرے
کہ اس الٰہی جماعت کی شاخیں دُنیا کے بیشتر ملکوں میں پھیل چکی ہیں اور انگلستان
اور جرمنی اور ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ اور سپین اور شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ
اور نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ اور مشرقی افریقہ اور ماریشس اور اسرائیل اور
شام اور لبنان اور مصر اور سوڈان اور عدن اور عراق اور ہندوستان اور
سیلون اور ملایا اور جاوا اور سماٹرا اور بورنیو اور فلپین وغیرہ وغیرہ میں
احمدیت کے منادِ اسلام کی تبلیغ اور اسکی نشاۃِ ثانیہ کے استحکام کے لئے دن رات
کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان اِسلامی مشنوں کے نفوذ سے تثلیث اور شرک کی طاقتیں
خائف ہو رہی ہیں اور اسلام کے متعلق تنقید کی بجائے قدر شناسی کا دَور پیدا ہو رہا
ہے۔ سوچو اور بتاؤ کہ کیا یہ ایک ایسی کونپل ہے جسکے درخت بننے کے متعلق
شبہ کیا جا سکے؟ دُور نہ جاؤ خود ہمارے ملک کے اندر ہی جو بھاری فساد گزشتہ سال

---

[1] یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا حصّہ ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں ؎
"پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا رُوئے صلیب
گر نہ ہوتا نامِ احمدؐ جس پہ میرا سب مدار"

برپا ہوا ہے جسے مُلک کی فرض شناس حکومت نے مضبوطی کے ساتھ دبا دیا اور ملک کے فہمیدہ طبقہ نے بھی اُس کی مذمت کی کیا وہ اِس بات کی علامت نہیں تھا کہ وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی سے اِسلام کے اِس مضبوط ستون اور تبلیغ کے لحاظ سے گویا بازوئے شمشیرزان کو مٹانا چاہتے ہیں وہ بھی اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہ پودا بہت جلد بڑھ کر درخت بننے کی عمر کو پہنچ رہا ہے۔ وَالفضل ما شھدت بہ الاعداءُ۔

اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیاں

بالآخر اپنے اِس وسیع مضمون کو جسے مَیں نے طوالت کے ڈر سے نیز اپنی علالت کی مجبوری کے ماتحت نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بعض اقوال اور تحریرات پر ختم کرتا ہوں۔ تا اگر میری نحیف آواز بعض ڈگمگاتے ہوئے دِلوں میں تسلّی پیدا کرنے کی موجب بن سکے تو حضرت مسیح موعودؑ کے زبردست مکاشفات ہی کمزور دلوں کی ڈھارس کا باعث بن جائیں۔ سب سے پہلے مَیں اس اعلان کو لیتا ہوں جو آپؑ نے کسی الہام کی بناء پر نہیں بلکہ خود اپنی خوردبین رُوحانی آنکھ کے ذریعہ دُور کی فضاء میں پیدا ہوتے ہوئے تغیر کو محسوس کر کے فرمایا۔ فرماتے ہیں اور کس لطف سے فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے ٭ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر ازجاں نثار
باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسفؑ کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم)

اس کے بعد اسلام اور احمدیت کی آئندہ ترقی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دُنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلیگا اور دُنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔" (تحفہ گولڑویہ ص۵۶)

یوسف سے اس جگہ اسلام کی ترقی مراد ہے۔ جو اِس وقت گویا حضرت یوسفؑ کی طرح جو حضرت یعقوبؑ کی کھوئی ہوئی پونجی تھے اُمّتِ محمّدیہ کا کھویا ہوا متاع ہے۔

پھر فرماتے ہیں :-

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا.... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دُنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰی ابھی تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب سب دانشمند یک دفعہ اِس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دِن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی

مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

عالمگیر رُوحانی انقلاب کی پیش خبری

اور اِس بے نظیر غلبہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبّت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سِلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کرینگے کہ وہ اپنی سچّائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ اور ہر اک قوم اِس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائیگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا

سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا ...... سو اَے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دِن پُورا ہو گا۔"

(تذکرہ صفحہ ۵۴۶)

اور اسلام اور احمدیّت کے عالمگیر غلبہ کا آخری منظر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بحرِ زخّار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح بَل پیچ کھاتا مغرب سے مشرق کو جا رہا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے سمت بدل کر مشرق سے مغرب کو اُلٹا بہنے لگا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۴۲)

یہ وہ آخری صُورت ہے جو احمدیّت کے ذریعہ عنقریب پیدا ہونے والی ہے جب کہ دُنیا کی گویا کایا پلٹ جائے گی۔ اور ایک نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان اور یہ عالمگیر انقلاب رُوحانی ذرائع سے وجود میں آئے گا۔

کیا اِن زبردست پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے جو دُنیا کے

خالق و مالک آقا اور خدائے علیم وقدیر کی طرف سے ہیں۔ کوئی سچا احمدی موجودہ ماحول کے خطرات یا یورپ اور امریکہ اور روس کی موجودہ ترقیات سے مرعوب ہو کر اسلام اور احمدیت کی آخری کامیابی اور غلبہ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ کر سکتا ہے لاریب حق وہی ہے جو خدا کے مسیح نے فرمایا کہ :-

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

اِسلام اور احمدیت کا ایک ادنیٰ خادم

خاکسار

مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

کتبہ: محمد کریم الدین شاہد قادیانی

(مطبوعہ جے ہند پرنٹنگ پریس جالندھر)

مطالعہ کیلئے مندرجہ ذیل لٹریچر پتہ ذیل سے

مفت طلب فرمائیں!

۱۔ احمدیّت کا پیغام۔ اُردو۔
۲۔ محمد خاتم النبیینؐ۔ اُردو
۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں۔ اُردو
۴۔ عقائدِ احمدیّت۔ اُردو
۵۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اُردو
۶۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرۃ و سوانح اور آپ کی تعلیم اور جماعتِ احمدیہ کے مختصر حالات۔ اُردو
۷۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ۔ اُردو۔
۸۔ تحریکِ احمدیّت بھارت واسیوں کی نظر میں۔ اُردو
۹۔ ضرورتِ مذہب۔ اُردو۔
۱۰۔ ہماری تعلیم۔ اُردو
۱۱۔ مولانا مودودی کے رسالہ ختمِ نبوّت پر تبصرہ۔ اُردو
۱۲۔ تبلیغِ اسلام زمین کے کناروں تک۔ اُردو
۱۳۔ امام مہدی کا ظہور۔ اُردو
۱۴۔ خاتم النبیین کے بہترین معنے۔ اُردو
۱۵۔ وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے مصر کا فتویٰ۔ اُردو

ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

مندرجہ ذیل لٹریچر

قیمتاً طلب فرمایا جا سکتا ہے

۱- قرآن مجید انگریزی ۰۰ —
۲- لائف آف محمدؐ ۰۰ —
۳- اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی ۰۰ —
۴- نظامِ نو انگریزی ۶۲ —
۵- اسلام کا اقتصادی نظام انگریزی ۷۵ —
۶- مسیح ہندوستان میں ۔ انگریزی ۷۵ —
۷- حضرت مسیح علیہ السلام کہاں فوت ہوئے؟ انگریزی ۰۰ —
۸- ہولی پرافٹ محمدؐ ۰۰ —
۹- خصوصیاتِ قرآن انگریزی ۰۰ —
۱۰- قبرِ مسیحؑ انگریزی ۶۲ —
۱۱- آور ٹیچنگ ۶۲ —
۱۲- آور موومنٹ ۶۲ —
۱۳- احمدیت کیا ہے؟ انگریزی ۰۰ —
۱۴- مسیح کشمیر میں ۔ انگریزی ۲۵ —
۱۵- احمدیت یعنی حقیقی اسلام ۔ انگریزی ۰۰ —
۱۶- احمدیہ موومنٹ ۰۰ —

نوٹ: ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔